(غلام گردش)

شارک اور برفانی چیتے!

کافی عرصے بعد صاحب کا فون آیا۔ شائد چھ سات ماہ بعد۔ کہنے لگے، آج ملاقات ہونی چاہیے۔ مگر رات کے ساڑھے گیارہ بجے کے بعد۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ اسلیے کہ تقریباً دس بجے سو جاتا ہوں۔ بڑے آرام سے نیند آ جاتی ہے۔ صاحب نے بتایا کہ رات گئے تک مصروف ہیں۔ حکومتی اور اپوزیشن کے مسائل حد درجہ بڑھ چکے ہیں۔ اہم ترین لوگ مشاورت کیلئے آ رہے ہیں۔ لہذا ملاقات ساڑھے گیارہ کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ دوبارہ بھرپور انکار کر دیا کہ صاحب، دیکھیے جلدی سونے کا عادی ہوں۔ ملاقات پھر سہی۔ جھنجھلا کر صاحب نے کہا کہ لوگ ملنے کیلئے گھنٹوں نہیں، بلکہ ہفتوں انتظار کرتے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ سونے کا وقت ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر، تمہاری انہی عادتوں کی بدولت تم اس سسٹم میں آگے نہیں جا سکے۔ خیر میں اپنی ملاقاتیں مزید آگے کر دیتا ہوں۔ تم ٹھیک آٹھ بجے شام آ جانا۔ تقریباً آٹھ بجے، صاحب کے فارم ہاؤس پہنچا تو انکے غیر ملکی نوکر نے بتایا کہ صاحب گیراج میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں پہنچا۔ تو صاحب بڑی آسائش سے گیراج میں بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر، یہ میں نے نئی گاڑی امپورٹ کی ہے۔ سفید رنگ کی رولز رائس انتہائی شاندار تھی۔ صاحب، اس پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیر رہے تھے جیسے لوگ اپنے قیمتی ترین گھوڑے پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہیں۔ ڈاکٹر، یہ گاڑی پورے پاکستان میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس وقت، قیمت تقریباً بائیس کروڑ روپے ہے۔ برجستہ کہا کہ صاحب، انسان اپنی قیمتی گاڑیوں اور بیش قیمت اندازِ زندگی سے کامیاب نہیں ہوتا۔ اسکے پاس دانائی کا خزانہ ہونا چاہیے۔ جواب سنکر، صاحب نے اتنے زور کا قہقہہ لگایا کہ انکے بالکل نزدیک بیٹھا ہوا چھوٹا سا سفید بندر، گیراج سے باہر بھاگ گیا۔ میں نے کوئی لطیفہ تو نہیں سنایا۔ پھر اتنی ہنسی کیوں۔ جملہ سنکر صاحب نے جواہرات سے مزین ایک لائٹر نکالا۔ ساتھ ہی نوکر، چرچل کا سگار لیکر آ گیا۔ سلگانے کے بعد کہا، ڈاکٹر تم اس ملک کے نظام کو بالکل نہیں سمجھتے۔ یہاں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد لوگ، اَن پڑھ یا نیم خواندہ سیاستدانوں اور سیٹھوں کے پاس نوکری کی بھیک مانگتے ہیں۔ پچاس، ساٹھ یا ایک لاکھ روپے پر اپنی تمام ذہانت فروخت کرنے کیلئے ضد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر! دانائی، کم از کم ہمارے ملک میں تو منفی چیز ہے۔ اپنی مثال لو۔ تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ تمہیں، چیف سیکرٹری کیوں نہیں لگایا گیا۔ جواب دیا کہ میں نے کبھی بھی کسی صاحب اقتدار شخص کی کاسالیسی نہیں کی۔ کبھی کسی بھی اہم آدمی سے یہ فرمائش نہیں کی کہ مجھے چیف سیکرٹری لگایا جائے۔ صاحب نے حد درجہ بلند قہقہہ لگایا۔ آج بتانا چاہتا ہوں کہ چند سال پہلے تمہاری سفارش کی تھی ایک وزیراعظم سے۔ جواب پتہ کیا تھا۔ یہ حد درجہ آزاد افسر ہے۔ یہ ہمیں کبھی بھی کاٹھی نہیں ڈالنے دیگا۔ ہاں، وزیراعظم کا سیکرٹری بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر کو چیف سیکرٹری لگانا خطرے سے خالی نہیں، کیونکہ اسکے پاس اب قلم کا ہتھیار بھی ہے۔ دو تین اور برائیاں بھی کیں۔ میں خاموش ہو گیا۔ کیونکہ تمہارا بھرپور اندازہ تھا کہ تم اگر اہم پوسٹ پر جاؤ گے تو چند دن بعد ہی طاقتور حلقے ناراض ہو جائینگے۔ میرے لیے یہ خبر تھی۔ کیونکہ صاحب کو کبھی بھی اپنی پوسٹنگ کا نہیں کہا تھا۔ سفید بندر بڑے آرام سے واپس گیراج میں آ چکا تھا اور ہم دونوں کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ ایسے، جیسے سارے حکومتی فیصلے صرف اور صرف اسی نے کرنے ہیں۔

خیر،تھوڑی دیر بعد،صاحب مجھے لاؤنج میں لے گئے۔لاؤنج کا پورا فرش شیشہ کا بنا ہوا تھا اور اسکے نیچے ہر رنگ اور سائز کی مچھلیاں پانی میں تیر رہیں تھیں۔صوفے اور دیگر سامان،شیشہ پر رکھا ہوا تھا۔مچھلیاں شیشے کے نیچے خاموشی سے ایک دوسرے کا پیچھا کر رہی تھیں۔شیشے کے فرش کا خیال کس کا ہے۔سوال پر صاحب کہنے لگے،کہ یہ سب بہت شوق سے اٹلی سے منگوایا ہے۔یہ شیشہ ٹوٹ نہیں سکتا۔بہرحال میرے لیے یہ پہلا تجربہ تھا۔سفید بندر ہمارے ساتھ ہی اندر آ گیا تھا اور صوفے کے کونے میں بڑے آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔حکومت کا کیا ہوگا۔یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔یہ سیاسی افراتفری کس وجہ سے ہے۔صاحب،میرے سوال سنکر خاموش سے ہو گئے۔میز پر رکھا ہوا ایک کیلا اُٹھایا اور بندر کو بڑے پیار سے نزدیک بلا کر کھلانا شروع کر دیا۔صاحب کی یہ حرکت حد درجہ ناگوار لگی۔دوبارہ پوچھا،کہ ملک ڈوب رہا ہے۔ہر ادارہ دوسرے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔مہنگائی اس قدر زیادہ ہے کہ لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں۔دوائیاں،کھانے پینے کی عام چیزیں اتنی مہنگی ہو چکی ہیں کہ لوگ جھولیاں اُٹھا اُٹھا کر حکمرانوں کو بددعا دے رہے ہیں۔لندن سے سابقہ وزیراعظم،ریاستی اداروں کے خلاف منظّم تقاریر اور مہم چلا رہے ہیں۔مولانا فضل الرحمٰن آگ بگولا نظر آ رہے ہیں۔ایسے لگتا ہے کہ ملکی نظام ڈوب رہا ہے۔صاحب نے میرے سوالات پر کوئی غور نہیں کیا۔شیشے کے فرش کے نیچے تیرتی ہوئی مچھلیوں کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔اس میں ایک بہت بڑی سیاہ مائل مچھلی بھی تھی۔کہنے لگے،ڈاکٹر،یہ بڑی مچھلی دیکھ رہے ہو۔جل کر جواب دیا۔اتنی بڑی مچھلی کس کو نظر نہیں آئیگی۔صاحب کہنے لگے۔یہ ایک خاص طرز کی شارک ہے۔تمام مچھلیوں سے تیز رفتار اور طاقتور۔باقی تمام مچھلیاں اسکے رحم و کرم پر ہیں۔شارک،کب کس کو کھا جائے،یہ اسکی اپنی مرضی ہے۔پر ہم نے اسے روک رکھا ہے۔وہ ایسے کہ ایک غیر ملکی نوکر رکھا ہوا ہے۔جو شارک کو بھوکا نہیں رہنے دیتا۔اسے چوبیس گھنٹوں میں تین مرتبہ ''مردہ مچھلیاں'' کھلاتا ہے۔شارک کا پیٹ بھر جاتا ہے اور پھر میری پالتو مچھلیوں کو کچھ نہیں کہتی۔صاحب کی بات سنکر مجھے لگا کہ میری کسی بات پر توجہ نہیں دے رہے۔تندی سے کہا کہ صاحب،میرا سوال کیا تھا اور یہ آپ مجھے مچھلیوں کو پالنے پر لیکچر دے رہے ہیں۔اسکا تو گفتگو سے کوئی ربط نہیں ہے۔صاحب نے مسکرانا شروع کر دیا۔گھنٹی بجائی۔باوردی نوکر اندر آ گیا۔حکم دیا کہ فارم ہاؤس کے چڑیا گھر کی لائٹیں جلا دو۔ڈاکٹر کو کچھ دکھانا ہے۔صاحب کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔خیر،ذاتی چڑیا گھر کی طرف دونوں چلے گئے۔وہاں ایک انتہائی خوبصورت پنجرے میں دو برفانی چیتے،بڑے آرام سے سو رہے تھے۔انتہائی دیدہ زیب نظارہ تھا۔صاحب نے پنجرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔عجیب سا لگا کہ برفانی چیتا تو حد درجہ خطرناک جانور ہے۔انسان کی تکہ بوٹی کر ڈالتا ہے۔صاحب،کہیں دیوانے تو نہیں ہو گئے۔یا خودکشی کا ارادہ تو نہیں کر لیا۔پر آگے آنے والے واقعات حد درجہ دلچسپ تھے۔دونوں چیتوں نے صاحب کے ساتھ اٹھکیلیاں شروع کر دیں۔کوئی انکے گال چاٹ رہا تھا۔کوئی قدموں میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔خطرناک چیتے،بالکل پالتوں بلیوں کی طرح حرکتیں کر رہے تھے۔صاحب نے مجھے بھی پنجرے کے اندر آنے کا اشارہ کیا۔جھجک دیکھ کر کہنے لگے ڈاکٹر،یہ تمہیں کچھ نہیں کہینگے۔مگر میں اندر نہیں گیا۔پندرہ بیس منٹ کے بعد،صاحب پنجرے سے باہر آئے۔پوچھا کہ اتنے خطرناک جانوروں سے آپ حد درجہ بے تکلفی سے کھیل رہے تھے۔جانور بگڑ کر آپکو مار سکتا ہے۔نقصان پہنچا سکتا ہے۔صاحب کا جواب وہی تھا جو شارک مچھلی کے متعلق تھا۔ڈاکٹر،ان برفانی چیتوں

کیلئے حد درجہ مستعد ملازم رکھا ہوا ہے۔ جو انکی بھوک سے بڑھ کر گوشت ڈالتا ہے۔ یہ اتنا زیادہ گوشت کھا ہی نہیں سکتے۔ میں انہیں بھوک لگنے ہی نہیں دیتا۔ انکے پیٹ ہر وقت بھرے رہتے ہیں۔ چیتے کا پیٹ بھر جائے تو وہ ایک پالتو بلی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ یہ بڑے آرام سے اٹھکیلیاں کرتا ہے۔ ہاں اگر، ایک دو دن انہیں گوشت نہ ملے تو آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ پھر جو بھی پنجرے کے اندر جائیگا، درندے اسکی تکہ بوٹی کر ڈالینگے۔ اسکو مار ڈالینگے۔ اسی لیے درندوں کا پیٹ ہمیشہ بھرا رہنا چاہیے۔ پھر وہ نقصان پہنچانے کی صلاحیت کھو ڈالتے ہیں۔ چالیس پچاس منٹ کے بعد، ہم دوبارہ لاؤنج میں بیٹھ گئے۔

میرے لیے، یہ باتیں بڑی مبہم اور غیر متعلقہ سی تھیں۔ صاحب کو کہا کہ یہاں شارک مچھلی اور برفانی چیتے دیکھنے تو نہیں آیا تھا۔ خیال تھا کہ اہم سیاسی اُمور پر بات کرینگے۔ ڈولتی ہوئی ملکی معیشت پر کوئی نیا نکتہ سامنے آئیگا۔ ڈیڑھ دو کروڑ مزید لوگ بیروزگار ہو چکے ہیں۔ انکے گھروں کے چولہے بجھ گئے ہیں۔ اپوزیشن، غصے کے موڈ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے خلاف کوئی عوامی تحریک چلنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ ریاستی اداروں پر دباؤ ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اتنے مہیب حالات ہیں اور آپ مجھے اپنے پالتو جانور اور مچھلیاں دکھا رہے ہیں۔ سفید بندر، صاحب کے کندھے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ صاحب نے انتہائی سنجیدگی سے کہا کہ تمہارے سارے سوالات کا جواب دے چکا ہوں۔ برفانی چیتے اور شارک مچھلی دکھا چکا ہوں۔ پتہ ہے، کیوں۔ یہ پالتو رہتے ہیں۔ اسلیے کہ انکی بھوک مٹانے کا مربوط نظام بنایا ہوا ہے۔ جس دن یہ بھوکے ہوئے تو شارک تمام ساتھی مچھلیوں کو کھا جائیگی اور برفانی چیتے، پنجرے میں آنے والے اپنے خیر خواہ کو نیست و نابود کر دینگے۔ ڈاکٹر، پاکستان، بالکل ایک خوفناک جنگل ہے۔ یہاں مقتدر لوگ اور ادارے عوام کیلئے بالکل شارک مچھلی اور برفانی چیتوں کی طرح ہیں۔ جس دن یہ بھوکے رہ گئے، یہ نہ صرف ایک دوسرے کی تکہ بوٹی کر ڈالینگے۔ بلکہ ہر نحیف کی شامت لے آئینگے۔ مقتدر طبقے کو وقت پر بھوک سے بڑھ کر کھانا ملنا چاہیے۔ مگر ہمارا مسئلہ یہ بھی ہے کہ حکمران طبقے کا پیٹ ہی نہیں بھرتا اور نہ بھرے گا۔ اگر بات سمجھ آ گئی ہے تو ٹھیک ہے۔ ملاقات کے بعد باہر نکلا۔ تو ایک اتنا اہم آدمی ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ جسکی تصویر صرف اور صرف، اخبارات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اسے آگے کچھ لکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے اس جنگل میں رہنا ہے اور محفوظ رہنا ہے!

راؤ منظر حیات